تعارفؒ

مولانا سید مرتضیٰ حسینؒ فاضل لکھنویؒ

مرتبہ: "بزمِ فاضل" لاہور، پاکستان - ۱۵، حرمت سٹریٹ مغلپورہ گنج، لاہور

مولانا سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی برصغیر پاک وہند کی ایک معروف شخصیت تھے جن کے علمی کارنامے اوراق زمانہ پر بکھرے ہوئے ہیں انہوں نے علم کے ہر گوشے میں قدم رکھا اور اپنی خداداد قابلیت سے تمام گوشوں کو منوّر کیا۔ علمی، ادبی اور لسانی تحقیقات کی وجہ سے ان کا اسم گرامی دنیا کے مشاہیر ادیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر غالبیات پر انہیں اس قدر دسترس تھی کہ بہت کم لوگ اس سلسلے میں ان کے مقابل پیش کئے جا سکتے ہیں یہی سبب ہے کہ اُن کے انتقال پر زندگی کے ہر شعبے کی نمائندگی کرنے والے اصحاب نے اپنے وقیع بیانات سپردِ قلم کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کا علمی افق کس قدر بلند و وسیع تھا

بعض اصحاب مولانا کے مذہبی اور ادبی کارناموں پر تفصیل سے کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے انکی زندگی کا ایک ہلکا سا خاکہ اور چند کتابوں کی تفاصیل پیش کیجا رہی ہیں امید ہے کہ اہلِ علم حضرات اس سے استفادہ کر سکیں گے۔

ارکانِ بزم

جب کوئی بڑی شخصیت ہم میں سے چلی جاتی ہے اس وقت ہمیں اس قول کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ علماء لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اگر وہ شخصیت صاحبِ کتاب و قلم بھی ہو تو وہ لافانی ہو جاتی ہے اور اس کا کام قوموں کی زندگی بن جاتا ہے اور ہمیں اس صداقت کا ادراک ہوتا ہے کہ واقعاً علماً کے قلم کی روشنی شہیدوں کے خون سے بلند ہے کیونکہ ان کی تالیفات ایک زمانے کی تشنگی بجھاتی ہیں۔

اس مادی دور میں رُوح اور قلب کو غذا پہنچانے والے علم و ادب اور اُن کے ماہرین کا فقدان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے حکیم و عالم کہہ لیجئے یا آج کی زبان میں سکالر پہلے ہی کمیاب ہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک شخصیت مزید کم ہو جائے تو علم و ادب کی ترقی ختم تو نہیں ہوتی البتہ اس کی دھیمی رفتار آہستہ تر ضرور ہو جاتی ہے اور اگر یہ شخصیت مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کی طرح پہلو دار ہو تو یہ نقصان زیادہ ناقابل تلافی بن جاتا ہے

مولانا بیک وقت ادیب بھی تھے اور نقاد بھی، تاریخ دان بھی تھے اور مصلح قوم ہونے کی حیثیت سے تاریخ ساز بھی، فلسفی و محدّث بھی تھے اور مفسرِ قرآن بھی، خطیب و ماہرِ لسانیات بھی تھے اور استاد بھی۔ یہ خصوصیات ان کے کردار، اخلاق

اور دوسرے مفید و سبق آموز پہلوؤں کے علاوہ ہیں جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔
مولانا کا اسم گرامی سیّد مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی تھا۔ اُن کے والد گرامی سیّد سردار حسین نقوی المعروف بہ سید قاسم آغا علمی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ مولانا یکم اگست ۱۹۲۳ء مطابق ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ بدھ کے دن لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

اپنے خاندان کے بارے میں مولانا خود رقمطراز ہیں۔
"میرے جد بزرگوار مولانا سید اعجاز حسین صاحب فاضل و عالم و عابد شخص تھے اُن کے والد جناب میر عبداللہ صاحب[1] تحویلدار رودخانہ وزیر گنج میں صاحب مکانات تھے غدر، ۱۸۵۷ء میں گھر پر زوال آیا اور سب کچھ لٹ گیا۔ میرے والد فارسی کے فاضل اور نواب منش بزرگ تھے ان کی تمنا تھی کہ اجداد کی طرح مجھے علم دین کی تعلیم دیں۔
میری ولادت کے بعد میرا نام سرکار باقر العلومؒ نے مرتضیٰ حسین رکھا کہ والد مرحوم سردار حسین نام رکھتے تھے، ۱۹۴۷ء میں والدِ مرحوم نے رحلت فرمائی اور میں عراق جانے سے محروم رہا"۔
لکھنؤ جس زمانے میں برصغیر کی تہذیب و ثقافت کا مرکز تھا۔ مولانا کا خاندان اس دور میں عالم خاندانوں میں ایک خاندان تھا۔ مولانا کے صرف ایک بھائی تھے جن کا نام علی لُما تھا ان کا انتقال لاہور میں تقریباً ۳۲ سال کی عمر میں ۱۹۶۱ء میں ہوا۔
مولانا کا سلسلہ نسب امام علی نقیؑ سے ملتا ہے

---

[1] جس طرح مولانا کے والد کا اصل نام سردار حسین تھا لیکن شہرت سید قاسم آغا کے نام سے ہوئی۔ اسی طرح مولا کے جد امجد کا نام سید محمد تھا۔ لیکن ان کی شہرت میر عبداللہ کے نام سے تھی اور گھر میں انہیں میرزا آغا کہا جاتا تھا۔

ابتدائی تعلیم گھر کے بعد مدرسۂ عابدیہ کڑہ ابوتراب خاں لکھنؤ میں ہوئی۔ اس کے بعد لکھنؤ کی اس وقت کی سب سے نمایاں دینی یونیورسٹی "سلطان المدارس" میں ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۷ء تک رہے یہاں انہوں نے اس یونیورسٹی کی اعلیٰ ترین ڈگری صدرالافاضل اعزاز کے ساتھ حاصل کی صدرالافاضل آج کل کے دور میں ڈاکٹریٹ کے برابر ہے اس کے علاوہ انہوں نے گورنمنٹ بورڈز اور یونیورسٹیوں سے ادبیات و لسانیات کی بھی ڈگریاں لیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

الہ آباد بورڈ :

مولوی (عربی) کامل (فارسی)

عالم (عربی) قابل (اردو)

شیعہ کالج لکھنؤ :

عمادالادب (عربی) عمادالکلام (عربی)

لکھنؤ یونیورسٹی :

فاضل ادب (عربی) دبیر کامل (فارسی)

پنجاب یونیورسٹی :

مولوی فاضل (عربی) منشی فاضل (فارسی)

اردو فاضل (اردو)

جس طرح سائنسی محققین یا دوسرے معنوں میں سائنسدانوں کو بین الاقوامی تعلیمی سوسائٹیز اپنا فیلو یا ممبر بناتی ہیں اسی طرح ہمارے علم دین میں بھی فیلوشپ اور ممبرشپ ہوتی ہے جس کو "اجازہ" کہتے ہیں۔ مولانا کے علمی اور تحقیقی کاموں سے متاثر ہو کر بین الاقوامی شہرت کے علماء و محدثین نے جنہیں مراجع و اکابر کہا جاتا ہے اجازے دیئے جن میں سب سے اہم اجازۂ روایت حدیث ہے جس کی وجہ سے مولانا شیخ الحدیث

کہلائے۔

شادی

۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء بمطابق ۳۰ر شعبان ۱۳۶۶ھ ۔ق کو حضرت علامہ آقائے سید زاھد حسین زیدی المعروف بہ آقائے بارھوی مرحوم کی سب سے بڑی دختر سے انجام پائی۔ مولانا کی تمام تالیفات و مصروفیات میں ان کی اہلیہ محترمہ ہمیشہ برابر کی معاون رہیں۔

اولاد

سید حسین مرتضیٰ، سید جعفر مرتضیٰ، دختر (زوجہ سید مصطفیٰ کمال رضوی) سید باقر مرتضیٰ، سید عابد مرتضیٰ، سید کاظم مرتضیٰ۔

ذریعۂ معاش

عام روش کے برعکس مولانا نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مذہب کو ذریعۂ معاش نہ بنایا، انہوں نے شروع سے ہی درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔

ابتدا میں انہوں نے پاٹ شالہ سکول لکھنؤ میں پڑھایا۔ پھر شیعہ کالج لکھنؤ میں درس دیتے رہے اور قیامِ پاکستان کے زمانے میں گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ لاہور میں لسانیات و مشرقیات کے استاد رہے۔

سفر

مولانا نے تاریخ و ادب کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف ممالک میں سفر کئے ۱۹۶۹ء میں وہ کویت، عراق، شام، لبنان اور ایران گئے۔ عرب میں خصوصاً لبنان میں ان کے علم و ادب کی شہرت تھی اور وہاں کے ادبی حلقوں نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اسی طرح ایران میں ان کا گرم جوشی سے

استقبال ہوا۔ اور ان ممالک میں ادبی حلقوں نے مولانا سے بہت سی ملاقاتیں کیں۔ چونکہ کتابوں سے اُن کو جنون کی حد تک عشق تھا اس لئے اُن کے ہر سفر کا ایک اہم وقت کتب خانوں میں صرف ہوتا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے پہلا حج کیا۔ اور وہاں کی جغرافیائی تاریخی اور سیاسی پوزیشن سمجھی اور سمجھائی۔ ۱۹۷۶ء میں انہوں نے دوسری مرتبہ سفر حج کیا۔

۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۲ء میں وہ پھر ایران تشریف لے گئے اور وہاں کے سیاسی وسماجی حالات کا بغور جائزہ لیا ۱۹۸۳ء میں بنگلہ دیش میں قرآن کانفرنس میں شرکت کی۔ ایران کے لئے ان کا سب سے اہم سفر ۱۹۸۴ء میں ہُوا اور وہ یہاں کے لوگوں کے مسلسل اصرار کی وجہ سے تھا اور انہوں نے وہاں تقریباً ایک سال مطالعاتی قیام کیا۔

۱۹۸۶ء میں وہ امریکہ گئے اور اپنی علالت کے باعث صرف نیویارک اور نیوجرسی میں قیام رہا۔ نیویارک میں جب یونیورسٹی آف پنسلوانیا کی اردو کی ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو معلوم ہُوا تو انہوں نے مولانا کو اپنے ڈپارٹمنٹ میں آنے کی خصوصی دعوت دی اور کتب خانہ دکھایا لیکن وہ علالت کے باعث زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے۔

۴ رجنوری ۱۹۸۷ء کو انہوں نے آخری مرتبہ ہندوستان کا سفر کیا۔ ان تمام سفروں کے باوجود مولانا کو ہمیشہ اپنے وطن اور اپنے شہر سے پیار رہا۔ جب بھی زیادہ مدت کے لئے وطن سے گئے پریشان ہوگئے

علم و ادب

مولانا زمانہ طالب علمی سے ہی سامراج دشمن اور انگریز دشمن نظریات کے حامل تھے وہ خاص طور سے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں، علماء اور دانشوروں

نیز علماء اور سیاست دانوں کے درمیان موجودہ خلیج اور فاصلے کو اسلام کے خلاف دشمنانِ اسلام کی سب سے بڑی سازش سمجھتے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ دین اور سیاست، ادب اور مذہب میں فاصلہ نہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتے ہمیشہ اچھا عالم، اچھا ادیب اور سچا مومن ماہر سیاست ہوتا ہے۔

حسنِ اتفاق سے مولانا مرتضیٰ حسین کو بے خود موہانی، محشر لکھنوی، تمنا لکھنوی، یاس چنگیزی، پروفیسر مسعود حسن اور حکیم صاحب عالم جیسی بے مثال شخصیتوں کی قربت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

پاکستان آنے کے بعد مولانا مرتضیٰ حسین نے دو سمتوں میں مسلسل کام کیا ایک جانب تو انہوں نے علمی و ادبی میدان میں تحقیق و تنقید کے موضوع پر سرمایہ چھوڑا اور دوسری طرف انہوں نے دینی میدان میں اس قدر وقیع اور بلند پایہ خزانہ چھوڑا ہے کہ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

مولانا نے مندرجہ ذیل درسگاہوں تحقیقی اداروں اور تنظیموں سے علمی و ادبی سطحوں پر تعلق قائم رکھا:

مجلس ترقی ادب (لاہور) — ترقی اردو بورڈ (کراچی)
مرکزی اردو بورڈ (لاہور) — پنجاب ٹیکسٹ بورڈ (لاہور)
اورینٹل کالج (لاہور) — دائرۂ معارفِ اسلامیہ پنجاب (لاہور)
ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد)

لاہور میں ان کا حلقہ احباب نہایت وسیع تھا علمی ثقاہت کی وجہ سے ناقدین ان کو معتبر گردانتے تھے ان کے قریبی دوستوں اور ساتھیوں میں ڈاکٹر عبادت بریلوی امتیاز علی تاج، غلام رسول مہر، پروفیسر حمید احمد خاں، پروفیسر وزیر الحسن عابدی سکندر آغا، ڈاکٹر آغا سہیل، جسٹس رحمٰن، صادق علی دلاوری، ڈاکٹر صفدر حسین محمد شفیع دہلوی، سید وحید الحسن ہاشمی، پروفیسر عابد علی عابد، احمد ندیم قاسمی سید سجاد رضوی اور ڈاکٹر سید عبداللہ قابل ذکر ہیں۔

ادب میں وہ غالبیات کے ماہر تھے اور غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر روس میں ہونے والے بین الاقوامی تحقیقاتی سیمینار میں محققین کے بورڈ نے متفقہ طور پر فاضل لکھنوی اور مالک رام کو غالب کے مستند ترین ماہر ہونے کی سند دی اور انکے تحقیقی کاموں کو نمونہ کا کام قرار دیا۔

مولانا کی چند ادبی، مذھبی اور لسانی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ احوال آتش و تعارف کلیات
۲۔ احوال و رباعیات خیام
۳۔ اردوئے معلیٰ (صدی ایڈیشن)
۴۔ اردو، قواعد و انشاء
۵۔ اقبال کی کہانیاں
۶۔ انتخاب آتش
۷۔ انتخاب ذوق
۸۔ انتخاب ناسخ
۹۔ انیس اور مرثیہ۔ زندگی اور پیام
۱۰۔ آتش گل
۱۱۔ آزاد، پر چند مقالات
۱۲۔ آنحضرتؐ کی پہلی سیاسی فتح
۱۳۔ الاربعین من احادیث سیدنا ختم المرسلینؐ
۱۴۔ الاربعین من احادیث سید المرسلینؐ
۱۵۔ افکار و ابکار
۱۶۔ اقبال اہلِ بیت کی بارگاہ میں
۱۷۔ الفاظ العربیہ
۱۸۔ انتخاب بدایع، غزلیات سعدی شیرازی
۱۹۔ انتخاب دیوان امیر شاھی سبزواری
۲۰۔ انتخاب دیوان فیضی

۲۱۔ انتخاب صحیفۃ الغزل صفیؔ لکھنوی
۲۲۔ انتخاب کلیات میرؔ
۲۳۔ انتخاب مظہر عشق
۲۴۔ ایام العرب
۲۵۔ الملتقط
۲۶۔ المنطق
۲۷۔ المنظومات من سلم الادب
۲۸۔ انتخاب دیوان فرزدق
۲۹۔ اسلامیات لازمی برائے جماعت نہم و دہم
۳۰۔ انوار الآیات
۳۱۔ بیان معانی
۳۲۔ بیست مقالہ قزوینی
۳۳۔ باقیات فانی سے انتخاب
۳۴۔ بعض العقائد من دیوان المتنبی
۳۵۔ برمحل اشعار
۳۶۔ پرانی منزلیں، نئی راہیں
۳۷۔ تاریخ ادب اُردو
۳۸۔ تذکرہ ریاض الفردوس
۳۹۔ تذکرۂ مجید
۴۰۔ تاریخ کھمبایت
۴۱۔ تاریخ موجز للغۃ الاردویۃ
۴۲۔ ترجمہ حبیب نامہ خاندان مومن خاں ثانی بہادر
۴۳۔ ترجمۂ قرآن مجید
۴۴۔ ترجمہ مقدمہ ابنِ خلدون
۴۵۔ تبصرۂ کتب
۴۶۔ تذکرۂ مرثیہ گویاں
۴۷۔ تلخیص و اضافہ گنجینہ دانشوران
۴۸۔ جدید نسیم اللغات اردو
۴۹۔ جناح الادب، چھٹی سے آٹھویں جماعت تک کے لئے ۳ درسی کتابوں کا سلسلہ
۵۰۔ جناح القواعد
۵۱۔ جواہر دبیرؔ
۵۲۔ جوہریانِ سخن
۵۳۔ حیات حکیم
۵۴۔ حل لغات المختف العربی
۵۵۔ خطیب قرآن
۵۶۔ دروس القواعد
۵۷۔ دستور اخلاق
۵۸۔ درد منظم
۵۹۔ دیوانِ شاہی پر نقد و نظر

۶۰ ۔ دیوانِ غالب پر نقد و نظر
۶۱ ۔ دفترِ خطوطِ غالب
۶۲ ۔ رہنمائے اساتذہ
۶۳ ۔ سبدِ چین غالب پر ایک نظر
۶۴ ۔ سرودِ غالب
۶۵ ۔ سفرنامہ حج و زیارت
۶۶ ۔ سچے دین کی سچی باتیں، پہلی سے آٹھویں جماعت کے لئے آٹھ کتابوں کا سلسلہ۔
۶۷ ۔ سفرِ ایران
۶۸ ۔ سیرت النبیؐ (پہلی سے آٹھویں جماعت کے لئے آٹھ کتابوں کا سلسلہ)
۶۹ ۔ سراج المنیر
۷۰ ۔ سوانح و نقد آتش
۷۱ ۔ شرحِ انتخاب قصائد خاقانی
۷۲ ۔ شرحِ غزلیات نظیری
۷۳ ۔ شرحِ قصائد عرفی
۷۴ ۔ شعلہ و شبنم کا انتخاب
۷۵ ۔ نیشکرستان
۷۶ ۔ عودِ ہندی
۷۷ ۔ غالب فکر کی روشنی میں
۷۸ ۔ غالب، نقد و سوانح
۷۹ ۔ غالب اور ان کا فن
۸۰ ۔ فہرست، کتابخانہ ابن طاؤسؒ
۸۱ ۔ فہرست کتبِ خطی
۸۲ ۔ قصیدہ کا ارتقاء
۸۳ ۔ قصیدہ بانت سعاد
۸۴ ۔ قصائد رنات الطرب من اغانی العرب مع حواشی
۸۵ ۔ قرآنی قاعدہ و دینیات
۸۶ ۔ کتاب المؤمن
۸۷ ۔ کلیاتِ آتش
۸۸ ۔ کلیات غالب
۸۹ ۔ کلیات فیضی
۹۰ ۔ گلدستۂ اشعار
۹۱ ۔ گلستانِ سخن
۹۲ ۔ گلستانِ ادب (ساتویں جماعت کے لئے)
۹۳ ۔ گلستانِ ادب (آٹھویں جماعت کے لئے)
۹۴ ۔ مثنویات حالی
۹۵ ۔ مثنوی ابر گہر بار
۹۶ ۔ مرثیہ، تاریخ سے تجربے کی طرف
۹۷ ۔ مشاعرہ

۹۸۔ مکاتیب آزاد
۹۹۔ منتخب مراثی (صدی ایڈیشن)
۱۰۰۔ مطالعہ دیوان ابی تمام
۱۰۱۔ مقامات الحریری
۱۰۲۔ منتخب آیات و نغمات
۱۰۳۔ منتخب اشعار
۱۰۴۔ میزان الشعر
۱۰۵۔ مجموعۂ بے رنگ
۱۰۶۔ مشاہیر شعرا عہد بنی عباس
۱۰۷۔ معدن الجواہر۔ ملاطرزی
۱۰۸۔ مقالات آزاد
۱۰۹۔ منتہی الامانی
۱۱۰۔ نخبۃ النظم
۱۱۱۔ نقد الشعر۔ لابی فرج قدامہ بن جعفر
۱۱۲۔ نہج البلاغہ کا ادبی مطالعہ
۱۱۳۔ نہج البلاغہ
۱۱۴۔ یادداشت (۳۶۵ کتابوں کے مطالعے کے دوران کی جانے والی یادداشتوں کا مجموعہ)
۱۱۵۔ یادداشتیں

مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کی تالیفات کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے :

تقریبی تعداد ۔ تین سو دس ۳۱۰
مطبوعہ ۔ ایک سو ۱۰۰
مفقود ۔ تئیس ۲۳
اُردو ۔ ایک سو چوالیس ۱۴۴
عربی ۔ بتیس ۳۲
فارسی ۔ سولہ ۱۶
معلوم ۔ دو سو پچیس ۲۲۵
غیر مطبوعہ ۔ ایک سو دو ۱۰۲
نامعلوم ۔ پچاسی
اُردو عربی ۔ اٹھائیس ۲۸
فارسی و اردو ۔ تین ۳
عربی و فارسی ۔ دو ۲

مولانا کے بارے میں ہمعصر دانشوروں کی آراء

میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسین صاحب سے ایک مدت سے بخوبی واقف ہوں آپ عربی کے منتہی عربیہ اسلامیہ کے اچھے عالم ہیں...... استعداد علمی کے علاوہ اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے بھی آپ بہت قابل قدر انسان ہیں۔ راست کار، دیانت دار، فرض شناس، منکسر المزاج، آپ محنت سے گھبراتے نہیں اور ہر کام کو امکان بھر بہتر سے بہتر طور پر انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

(سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ)

مولانا مرتضیٰ حسین فاضل ایک عالم دین بھی تھے اور ایک ادیب، محقق اور نقاد بھی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی علم و ادب کی خدمت میں گذاری اور مختلف موضوعات پر ایسی قابل قدر کتابیں شائع کیں جو اردو ادب میں بلند مقام رکھتی ہیں.... مولانا کی جو بات مجھے پسند آئی وہ ان کی وضعداری، تہذیب اور شائستگی تھی۔ وہ لکھنوی تہذیب کا ایک مثالی نمونہ تھے مولانا کی اس وضعداری، تہذیب اور شائستگی میں مرتے دم تک کوئی فرق نہیں آیا۔

(ڈاکٹر عبادت بریلوی)

محترم سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی دور حاضر کے محققین میں ایک باوقار مقام رکھتے تھے ان کی علمی سرگرمیاں متنوع تھیں مگر مجھے ان کے صرف اس پہلو سے تعارف حاصل ہے جو علمی و ادبی تحقیق سے متعلق تھا اس سلسلے میں انھوں نے اپنی مرتبہ کتابوں پر جو مقدمے لکھے انہیں بلاشبہ اردو تحقیق و تنقید کے روشن باب قرار دینا چاہیئے مجلس ترقی ادب سے ان کا رشتہ اس وقت سے تھا جب سید امتیاز علی تاج مرحوم اس کے ناظم تھے پھر پروفیسر حمید احمد خاں کے دور نظامت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بھی بحیثیت ناظم ان سے متعدد بار رہنمائی حاصل کی

(احمد ندیم قاسمی)

مرتضیٰ حسین فاضل مرحوم میرے عزیز ترین دوستوں میں سے تھے ان کا دائرہ خاص تو دینی تحقیق و تدوین رہا جس کے اعلیٰ نمونے دائرۂ معارف اسلامیہ کی جلدوں میں محفوظ ہیں ادب میں بھی ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا خصوصاً غالبیات میں انھوں نے تحقیق کا جو معیار پیش کیا اس سے ہمیشہ غالبیات کے متخصصین فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

(ڈاکٹر وحید قریشی)

مولانا مرتضیٰ حسین فاضل مرحوم سے میری پہلی ملاقات بحیثیت محقق اور ادیب ہوئی، تحقیق، تدوین اور لغت سازی میں ان کی حیثیت مسلم ہے مجلس ترقی ادب اور شیخ غلام علی اینڈ سنز کے لئے انھوں نے بہت عرق ریزی کے ساتھ علمی تحقیقی کام سرانجام دیئے ہیں۔ جو نہایت وقیع ہیں۔

(ڈاکٹر سجاد باقر رضوی)

.... میں ان کی صورت سے بالکل ناآشنا تھا صرف ان کی نگارشات اور تصنیفات سے واقف تھا مجھے یہ ہرگز معلوم نہیں تھا کہ علامہ عالمِ دین بھی تھے میں انہیں ایک محقق اور ادیب سمجھتا تھا جنہیں غالبیات، انیسیات اور دبیریات میں بڑی مہارت حاصل تھی .... علامہ کی نگارشات کو ہمیشہ میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ان کی تحقیق ٹھوس بنیادوں پر ہوتی تھی اس لئے میں ان کے کارناموں سے زیادہ مانوس تھا۔

(ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، سری نگر یونیورسٹی)

مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ایک نامور علمی و ادبی شخصیت تھے ان کی ادبی کاوشیں میرے خیال میں ناقابل فراموش ہیں جن سے میں اور میرے جیسے ادب کے دیگر قارئین استفادہ کر رہے ہیں اور برابر مستفید ہوتے رہیں گے غالبؔ اور محمد حسین آزاد کے مکاتیب کو انھوں نے جس سلیقے محبت اور محنت سے مرتب کیا ہے اور نہایت قابل قدر حواشی سے شائع کرایا ہے وہ ایسے نہیں کہ جن سے اردو ادب کا کوئی باذوق قاری صرفِ نظر کر سکے۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا، صدر شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی لاہور)

مولانا سید مرتضیٰ حسین کا شمار ان بیدار مغز روشن دماغ علما میں کرنا چاہیئے جو کائنات کے بارے میں علمی اور سائنسی نقاطِ نظر پر گہری نظر رکھتے ہیں اور نوع البشر کی فلاح و بہبود کے قوی تر اور وسیع امکانات کو عالم ممکنات میں شمار کرتے ہیں وہ زمان و مکان کے جدید و قدیم مذہبی و سائنسی نظریات سے کماحقہٗ باخبر بھی ہیں اور اس سلسلے میں اپنی مخصوص رائے بھی رکھتے ہیں۔

(ڈاکٹر آغا سہیل، ایف سی کالج لاہور)

مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کو میں غالبیات کے مسلمہ اکابرین شمار کرتا ہوں .... پینتیس ۳۵ برس پہلے اورینٹل کالج میگزین میں ان کے ایک قیمتی مضمون "غالب کی نادر کتابیں" کی اشاعت نے پہلی بار لاہور میں ان کے وجود مسعود کا احساس دلایا۔ اگلے پندرہ سترہ برس میں ان کی تدوین و ترتیب کے ساتھ غالب کے فارسی کلام اور اردو مکاتیب پر مشتمل کوئی سات جلدیں آگے پیچھے سامنے آئیں.... اور ان کے وزن و وقار اور تخصیص کو لاہور سے باہر کے علمی حلقوں میں بھی سراہا جانے لگا۔

(ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، گورنمنٹ کالج لاہور)

لاهور ایک زمانے میں علم و ادب کی کہکشاں تھی جس میں چھوٹے بڑے ستارے اور سیارے اپنی ضوفشانی میں مصروف رہتے تھے اور اب جب نظر دوڑا کر دیکھتا ہوں تو وہ سب ستارے نظروں سے اوجھل ہو گئے...... اس گروہ کے آخری فرد مولانا مرتضیٰ حسین فاضل بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اب ایک طویل سناٹا ہے

دیکھتا ہوں سوئے صحرائے خیال - کس کے قدموں کے نشاں دیکھتا ہوں

پروفیسر سیّد سجاد رضوی، پنجاب ٹیکسٹ بورڈ، لاہور

مولانا مرتضیٰ حسین نے مختلف شعبوں میں قلم اٹھایا اور اپنی جدّتِ طبع سے ان شعبوں کو مالا مال کر دیا۔ اسلامی موضوعات میں سے انہیں رجال، حدیث اور تفسیر سے خصوصی ارادت تھی ادب میں آپ کلاسیکی شعر و ادب سے خاص النسبت رکھتے تھے اور غالب شناسی کے باب میں آپ کو اکمل سمجھا جاتا تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ جدید علوم اور عصری تحاریک سے آگاہ تھے

ہوئے باغ نذرِ خزاں کیسے کیسے — زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

(سیّد شبیہ الحسن، ایف سی کالج لاہور)